

عالمی اُفق پر منڈلاتا معاشی بحران؟

وقار مسعود خان[○]

گذشتہ تین عشروں کے دوران میں عالمی معاشی نظام وقفہ وقفہ سے بحران کا شکار ہوتا رہا ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا بحران ۲۰۰۸ء کی صدی کے شروع میں آیا تھا، جس نے دنیا کی تقریباً تمام معیشتوں کو بے پناہ مصیبتوں سے دوچار کر دیا تھا۔ دو عالمی جنگوں نے بھی اس بحران کی کیفیت میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ لیکن ان جنگوں کے بعد دنیا میں معاشی استحکام اور ترقی کا ایک طویل دور بھی آیا، جہاں کوئی بڑا بحران پیدا نہیں ہوا، اور دنیا کی آبادی کا ایک بڑا حصہ ترقی کے ثمرات سے فیض یاب ہوا۔ اس مضمون میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ معاشی بحران کیوں کر پیدا ہوتے ہیں اور، چند بڑے بحرانوں کا تذکرہ کر کے اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ ماہرین کی رائے میں اگلا بحران کب متوقع ہے؟ علاوہ ازیں پاکستان جیسے ملک پر اس کے کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟

معاشی بحران کیے محرکات

ان بحرانوں کی اصل وجہ مالی نظام اور اس سے وابستہ محرکات ہیں، جو احساسات اور نفسیات سے ترکیب پاتے ہیں۔ اس مالی نظام کی تنظیم ایسے عناصر پر مبنی ہے جو میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی، کے مصداق مکروہ ترغیبات دے کر، اس میں ناگزیر عدم استحکام پیدا کرتے ہیں۔ جدید معاشی نظام ایک ایسے نظام زر پر مبنی ہے، جہاں زر کی رسد اور پھیلاؤ پر کسی مقتدر ریاستی ادارے کو مکمل اختیار حاصل نہیں ہے۔ بظاہر زر [یعنی نوٹوں] کی اشاعت مرکزی بینک ایک قانون کے تحت کرتا ہے۔ لیکن ایک مخصوص شائع شدہ مقدار جاری ہونے کے بعد جب وہ

○ سابق وفاقی سیکرٹری خزانہ، حکومت پاکستان، اسلام آباد

رسد کسی کے ہاتھ آتی ہے تو وہ اس کو بنک میں رکھواتا ہے۔

اب بنکنگ نظام کی تنظیم ایسی ہے کہ وہ بھی اس زر کے پھیلاؤ کو بڑھانے میں کردار ادا کرتا ہے۔ بنک اس بات کے پابند نہیں ہوتے کہ وہ جمع شدہ رقم (deposits) کے سامنے اسی مقدار میں ریزروز (تحفیظ) رکھیں، بلکہ صرف ایک حصہ، مثلاً ۲۰ فی صد ریزرو نقد کی صورت یا مرکزی بنک میں ڈپازٹ کی شکل میں رکھنا ہوتا ہے۔ باقی رقم کے معاملے میں بنک آزاد ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے گاہک کو قرض کی صورت میں یا کچھ صورتوں میں شراکتی سطح پر کسی کاروبار میں لگانے کے لیے دے دے اور اس سے منافع کمائے۔ یہ عمل تو اتر سے ظہور پذیر ہوتا ہے کیونکہ اس قرضہ کی رقم کو بھی بالآخر کسی دوسرے بنک ہی میں جمع کرایا جاتا ہے اور پھر ایک نیا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس نظام کو فیکشنل ریزرو بنکنگ (Fractional Reserves Banking) کہا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے مرکزی بنک کی طرف سے ایک مقدار میں شائع کی ہوئی رسد زر بالآخر کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔

بظاہر یہ ایک سود مند عمل نظر آتا ہے کیونکہ زر کے اس اضافی پھیلاؤ سے معاشی سرگرمیوں میں اضافہ ہوتا ہے، جس سے کھانہ دار، بنک اور سرمایہ دار سب مستفید ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ نتیجہ اس وقت تک درست ہے، جب تک معیشت میں غیر استعمال شدہ پیداواری صلاحیت موجود ہے اور یہ اضافی رسد زر شراکتی معاشی عمل میں لگائی جا رہی ہو۔ لیکن اس کے بیچ میں وہ مکروہ ترغیبات درآتی ہیں، جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا تھا۔ بنک کی آمدنی قرضوں کے اجرا سے منسلک ہے، لہذا بنک ان کی مقدار بڑھانے کے لیے بے چین رہتا ہے۔ اس عمل میں بسا اوقات وہ دانش مندی کا دامن چھوڑ کر حرص کا شکار ہو جاتا ہے، اور پھر مطلوبہ معیار پر پورا نہ اُترنے والے گاہکوں کو بھی قرض دینا شروع کر دیتا ہے جو اہل نہیں ہوتے، یا جہاں خطرات کی نوعیت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جاتا یا اس سے جان بوجھ کر صرف نظر کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کوتاہی کے تباہ کن اثرات اس وقت عیاں ہوتے ہیں، جب کاروباری چکر (business cycle) میں مندی کا مرحلہ پیش آتا ہے۔

اس موقع پر کاروبار کمزور پڑتا ہے، مقروض قرض کی ادا کیگی نہیں کر پاتا اور بنک قرض کی عدم وصولی کی وجہ سے یا تو اپنے سرمایے کو استعمال کرتا ہے، جو کہ بنک کے اثاثوں کا بمشکل ۱۰ سے ۱۵ فی صد ہوتا ہے، یا پھر وہ خود دیوالیہ ہو جاتا ہے۔ اس بکھرنے کے عمل میں اس وقت شدت پیدا

ہو جاتی ہے، جب کھاتے دار اپنی جمع شدہ رقم کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کیونکہ بینک کے پاس ریزرو صرف اتنے ہوتے ہیں کہ وہ روزہ مرہ کی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ لہذا، کھاتے داروں کی ادائیگیوں کے لیے وہ اپنے مقرضوں (debtors) سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ رقم واپس کر دیں۔ لیکن مقرضوں کے پاس بھی رقم موجود نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو صرف اپنے ایسے اثاثے پیش کر سکتے ہیں جو قرض کی رقم سے بنائے گئے تھے اور قرضوں کے عوض رہن (mortgage) کے طور پر رکھوائے گئے تھے، لیکن اگر ان اثاثوں کو اضطراری حالت میں فروخت کیا جائے گا تو ان کی مالیت وہ نہیں ہوگی، جو حقیقی مالیت یا کتابوں میں درج مالیت کے برابر ہوتی ہے، لہذا یہ مالیت قرض کی ادائیگی کو پورا نہیں کر سکے گی اور یوں ایک دیوالیہ پن کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ فریکشنل بینکنگ کا نظام زر کے پھیلاؤ کا ایک 'الٹا اہرام' (inverted pyramid) کھڑا کرتا ہے۔ جب یہ تار و پود بکھرتا ہے تو اس کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔ اُلٹے اہرام کی نوک ہی اصل سرمایہ ہوتی ہے اور اس پر کھڑی عمارت بے بنیاد ہوتی ہے۔ بد قسمتی سے بنکوں کو اس بات کی بھی اجازت ہوتی ہے کہ وہ اسٹاک مارکیٹ میں سرمایہ کاری کریں۔ یہاں سٹہ بازی کی زبردست ترغیبیں ہوتی ہیں۔ سٹہ بازی، بینک کے اثاثوں کو پُرخطر بنا دیتی ہے۔ جب اسٹاک مارکیٹ میں مندی آتی ہے تو ان اثاثوں کی مالیت میں زبردست کمی واقع ہو جاتی ہے، جس سے وہی عمل شروع ہو جاتا ہے جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔

علاوہ ازیں شرح سود جو ہمیشہ متعین اور غیر متغیر ہوا کرتی تھی، اس میں رد و بدل اب معمول بن گیا ہے۔ تمام مرکزی بینک جب زر کی رسد میں کمی پیش کرنا چاہتے ہیں تو وہ شرح سود کو اس مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جب ٹزری بلز (Treasury Bills) اور بانڈز (Bonds) کی ہر دو ہفتے اور ایک ماہ کے بعد نیلامی ہوتی ہے، جو زر کی رسد میں کمی پیشی کا طریقہ ہے، تو اس میں متعین ہونے والی شرح سود مارکیٹ پر لاگو ہو جاتی ہے۔ قرضوں پر سود کی ادائیگی اب متعین نہیں ہوتی بلکہ اس کو اسی نیلامی میں متعین ہونے والی شرح سے منسلک کر دیا گیا ہے۔ یہ تبدیلی بھی زر کی مارکیٹ میں عدم استحکام پیدا کرنے کا سبب بنی ہے۔

ایک اور اہم عنصر جس نے اس نظام کو غیر مستحکم کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے، وہ سرمایے کی دنیا بھر میں آزادانہ اور برق رفتاری سے آمد و رفت ہے۔ اس برق رفتار اور تازہ دم سرمایے کا

اصل ہدف وہ ممالک رہے ہیں، جن کی معیشتوں کو ابھرتی ہوئی مارکیٹیں (emerging markets) کہا جاتا ہے۔ یہ سرمایہ جب صنعت و حرفت میں لگتا ہے تو اس کی آزادی محدود ہو جاتی ہے لیکن اگر یہ اسٹاک مارکیٹ میں لگا ہے یا قرضوں کی شکل میں آیا ہے، جیسا کہ یورو بانڈز وغیرہ تو اسے نکالنے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔ عموماً سرمایہ ترقی یافتہ ممالک سے ابھرتی معیشتوں میں آ رہا تھا، جو زیادہ تر ڈالر اور کچھ یورو میں ہوتا ہے۔ یہاں ڈالر اور مقامی کرنسی میں شرح تبادلہ اس سارے عمل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ مقامی کرنسی کی شرح تبادلہ میں گراوٹ، جو اکثر ڈالر اور یورو کی مضبوطی کی وجہ سے ہوتی ہے، وہ سرمایے کو واپسی کی طرف مائل کرتی ہے یا اگر قرضوں کی شکل میں ہے تو پھر مقامی کرنسی میں اس کی واپسی مشکل ہو جاتی ہے اور مقامی کاروبار بری طرح متاثر ہوتا ہے۔

عالمی معاشی بحران کا آغاز

۲۰۰۸ء کے شروع میں جرمنی میں ایک چھوٹے سے قصبے کے بلدیاتی ادارے کے ناظم کو اس کے اکاؤنٹ نے ایک دن خبر دی کہ ادارے نے جو ایک بانڈ میں سرمایہ کاری کی ہے اور جس سے مستقل آمدنی موصول ہوتی رہتی تھی وہ بنک میں نہیں آئی اور کافی عرصے سے وہ کوشش کر رہا ہے کہ بنک یہ بات بتائے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے، لیکن اسے کوئی تفسیہ بخش جواب نہیں ملا ہے۔

یہ کہانی ۲۰۰۸ء کے عالمی بحران کا نقطہ آغاز تھا۔ بحران اس وقت پیدا ہوتا ہے جب بڑے پیمانے پر قرض خواہان (creditors)، مقرضوں (debtors) سے اپنا اصل اور سود وصول نہ کر سکیں، یعنی مقرضوں کا دیوالیہ نکل گیا ہو۔ علاوہ ازیں اسٹاک مارکیٹ میں جو سٹہ کھیلا جاتا ہے اس میں بھی ایک عنصر دیوالیہ ہونے کا بھی ہوتا ہے۔ عموماً لوگ مستقبل کے سودے کرتے ہیں جیسا یہ کہنا کہ: ”میں ایک ماہ کے بعد تمہیں فلاں کمپنی کے اتنے حصص (shares)، فلاں قیمت پر فروخت کروں گا“۔ ایسا سودا کرنے کے لیے قانوناً یہ ضروری نہیں ہے (جیسا کہ اسلامی شریعت میں ضروری ہے) کہ سودا کرتے وقت حصص آپ کی ملکیت میں موجود ہوں۔ اب ایک ماہ بعد ہو سکتا ہے کہ قیمت اس سے مختلف ہو، جس پر سودا کیا گیا ہے۔ اگر کم ہوئی تو فروخت کرنے والے کو نفع ہو جائے گا اور اگر بڑھ گئی تو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور کبھی یہ نقصان اتنی بڑی مقدار میں ہوگا کہ فروخت کرنے والا اپنے دیوالیہ پن کا اعلان کر دے گا۔

لیہمین برادرز دنیا کا ایک نام ورت ترین سرمایہ کاری بنک تھا، جو ۱۵۰ سال کامیابی سے منافع بخش کام کرتا رہا اور اس کی قابلیت اور صلاحیتوں کی ایک دنیا معترف تھی۔ ۲۱ ویں صدی کے آغاز میں اس بنک نے ایک ایسا کام شروع کر دیا جو ماضی میں اس کی پہچان نہیں تھی: گھروں کے لیے رہن پر قرضے دینا۔ درحقیقت لیہمین وال اسٹریٹ کی اشرافیہ کا کلیدی رکن تھا اور یہ ادارے پرچون کا کاروبار نہیں کرتے بلکہ یہ تو پرچون والوں کا سامان زیب و زینت سے آراستہ کر کے بڑے سرمایہ کاروں کو بیچتے ہیں۔ لیکن یہ ایسا وقت تھا جب امریکا میں شرح سود کم ترین تھی اور زر کی رسد بے پناہ تھی، کیونکہ چین اور دیگر ایشیائی ممالک اپنے زرمبادلہ کے بڑھتے ہوئے ذخائر کم ترین شرح پر امریکی حکومت کے بانڈز خرید کر قرض کی شکل میں فراہم کر رہے تھے، جس سے دو جنگوں پر بڑھتے دفاعی اخراجات اٹھانے کے باوجود امریکا میں افراط زر قابو میں تھا۔ رہن بردار قرضہ نسبتاً محفوظ سمجھا جاتا ہے کیونکہ رہن کی مالیت عام طور پر قرض سے زیادہ ہوتی ہے اور وقت کے ساتھ بڑھتی رہتی ہے، لہذا ڈیفالٹ کی صورت میں رہن بیچ کر قرض وصول کر لیا جاتا ہے، بلکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جتنی مالیت رہن کی قرض ادا کی سے چھوٹی رہتی ہے، اس کی جگہ بھی ایک اضافی قرضہ حاصل کر لیا جاتا ہے۔

اس پُرکشش پرچون کاروبار کو شروع کرنے کے لیے لیہمین نے دو ایسے مالیاتی اداروں کو خرید لیا، جو رہن بردار قرضے جاری کرتے تھے۔ لیہمین نے کم شرح پر ملنے والے قرضوں کی ایک بڑی مقدار کو حاصل کر کے ان سے اپنے ذیلی اداروں کے توسط سے رہن بردار قرضے جاری کرنے کا عمل تیز کر دیا۔ یہ کیوں کہ سرمایہ کار بنک تھا، اس لیے ان اداروں کے جاری کردہ رہن بردار قرضوں کو ان سے خرید کر اور ان کو بنیاد بنا کر نئے بانڈز تشکیل دینے اور انہیں فروخت کرنے لگا، جن کی آمدنی ان خریداروں کو دیے گئے قرضوں پر ملنے والی سود کی ادا کی سے ہوتی تھی۔ یہ بانڈز ساری دنیا میں فروخت ہوتے تھے اور ان کی زبردست طلب ہوتی تھی۔ ایسا ہی بانڈ جرمنی کے اس چھوٹے بلدیاتی ادارے نے بھی خرید رکھا تھا اور اس پر ابتدا میں مسلسل آمدنی ہو رہی تھی جو بعد ازاں منقطع ہو گئی۔ یہاں ذرا ٹھہر کر ہم اس عمل کو مزید سمجھ لیں۔ عموماً ہم ایک بنک سے قرضہ لیتے ہیں تو اس کی ایک طے شدہ برانچ ہوتی ہے جس سے ہمارا لین دین ہوتا ہے۔ امریکا میں بھی یہی نظام ہوتا

تھا۔ لیکن قرض کے کاروبار میں پھیلاؤ کی خاطر نئی راہیں تلاش کرنے کی جستجو نے یہ ستم ڈھایا کہ عام صارفین کے قرضے بھی فروخت ہونے لگے۔ قرض کی قسطوں کی ادائیگیوں کے لیے یہ ضروری نہیں رہا کہ وہ اسی برانچ میں داخل کی جائیں بلکہ اس کے لیے ایک ٹرسٹی کی تعیناتی ہو جاتی ہے، جو وصولیاں کر کے قرض خواہ کے رجسٹر میں درج تازہ ترین مالک کو یہ وصولیاں پہنچا دیتا ہے۔ جب لہمین برادرز نے یہ قرضے خریدے تو ساتھ ہی یہ اہتمام بھی کر لیا کہ اب ٹرسٹی وصولیاں اس کو پہنچائے گا۔ پھر اس نے جس کو نو تشکیل شدہ بانڈز فروخت کیے ان کو بھی یہ سہولت مہیا کر دی باوجود یہ کہ نیا بانڈ کئی قرضوں کے امتزاج سے نکلا ہوتا تھا۔ اس سارے عمل میں ایک عام صارف جس نے پہلے قرضہ لیا تھا اور ایک بانڈ ہولڈر جس نے لہمین برادرز کا نو تشکیل شدہ بانڈ خریدا ہے، کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ فلوریڈا کا رہائشی جس نے مقامی بنک سے رہن بردار قرض لیا تھا بالآخر اس کا قرض خواہ جرمنی کے ایک چھوٹے سے قصبے کا بلدیاتی ادارہ بن گیا مگر ہر دو افراد ایک دوسرے سے مکمل لاتعلق ہیں۔

لہمین کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ ۲۰۰۰ء میں شروع کیے گئے اس کاروبار میں ۲۰۰۳ء تک اس کے اثاثوں کی مالیت ۱۸ ارب ڈالر ہو گئی تھی اور وہ امریکا میں رہن بردار قرضوں کو جاری کرنے والوں میں تیسرے نمبر پر آ گیا۔ ۲۰۰۷ء کی آمد تک یہ کاروبار اس قدر پھیلا کہ وہ ۵۰ ارب ڈالر کے قرضے ماہانہ جاری کر رہا تھا۔ ۲۰۰۸ء میں اس کے اثاثوں کی مالیت ۶۸۰ ارب ڈالر ہو گئی تھی۔ لیکن حیرت انگیز طور پر اس کے اپنے سرمایے کی مالیت فقط ۲۳ ارب ڈالر تھی، جب کہ بقیہ اثاثے قرضے حاصل کر کے بنائے گئے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اثاثوں اور سرمایہ کا تناسب ۱:۳۰ کا تھا۔ اگر اس کے اثاثوں کی مالیت میں کسی حادثے کی صورت میں ۴ فی صد کمی واقع ہو جائے تو سارا سرمایہ ختم ہو جائے گا اور ان بقیہ اثاثوں کے سامنے صرف وہ قرضے رہ جائیں گے، جن کے ذریعے یہ اثاثے بنائے گئے تھے۔ لیکن اضطراری فروخت میں ان کی مالیت اتنی نہیں ملے گی جس سے قرضوں کی مکمل ادائیگی ممکن ہو سکے۔ اور یوں قرض سے بنائے گئے اثاثوں کی عمارت زمیں بوس ہو جائے گی۔

ہم نے ابتدا میں ان مکروہ ترغیبات کا ذکر کیا تھا جو جدید اور مروجہ مالیاتی نظام اس کے

منتظمین کو فراہم کرتا ہے۔ لیبھمیں برادرز کا خاتمہ اسی راستے پر چلنے سے ہوا۔ جب رہن بردار قرضوں کا سلسلہ تیز کرنے کا مرحلہ آیا تو لیبھمیں نے بھی نسبتاً کم کوالٹی کے قرضہ داروں کو قرضہ دینے کا کام شروع کر دیا، جس کو سب پرائم (Sub-Prime) کہتے ہیں۔ عموماً بینک صرف پرائم کسٹمز کو قرضے دیتے ہیں، جن کے ڈیفالٹ کرنے کا خطرہ بہت کم ہوتا ہے۔ لیکن کیونکہ گھر کی بنیاد پر قرض دینے میں رہن موجود ہوتا ہے تو یہ فکر پیدا کی گئی کہ صارف کی نسبتاً کم کوالٹی کو رہن کی موجودگی پورا کر سکتی ہے۔ مغربی مالیاتی نظام کے تحت یہ مفروضہ بُرا نہیں سمجھا جاتا، لیکن اگر اس کو بے حد حساب بڑھا دیا جائے تو شاہد یہ مفروضہ بھی غلط ثابت ہو سکتا ہے۔ اور کچھ ایسے ہی حالات نے بالآخر جنم لیا، جس نے سارے مالیاتی نظام کو خس و خاشاک کی طرح بہا دیا۔

۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۸ء تک رہن بردار قرض اس بڑے پیمانے پر جاری کیے گئے، جن کا ماضی میں تصور ممکن نہیں تھا۔ خود لیبھمیں بردارز نے جس رفتار سے قرضوں کو جاری کیا اس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ بکاروں نے ان قرضوں کو جاری کرنے کے لیے نہایت جارحانہ مہمات کا اہتمام کیا۔ اتوار بازار لگائے جاتے تھے جہاں سارا دن مفت سیر اور تفریح اور کھانا پینا ہوتا تھا اور سادہ لوح لوگوں کو گھر خریدنے کی ترغیب دی جاتی تھی اور وسائل کے حوالے سے کہا جاتا تھا کہ: ”فکر نہ کریں، اس کے لیے ہم آپ کو قرض دیں گے“۔ گھر کے مالک کا اپنا سرمایہ کم سے کم کر دیا کیونکہ مفروضہ یہ تھا کہ مستقبل میں گھر کی مالیت میں اضافہ ہی ہوگا کی نہیں۔ دوسری طرف بڑے پیمانے پر گھروں کے کمپلیکس تیار تھے، جہاں صرف کمینوں نے داخل ہونا تھا۔ درخواست میں مقروض کی معاشی حالت کے پس منظر اور آمدنی سے متعلق کوائف دینے کی ضرورت تھی، وہ اس طرح درج کر دیے جاتے تھے جو قرض کی منظوری کا باعث ہوں، قطع نظر اس سے کہ وہ حقیقتاً درست ہوں یا نہ ہوں۔ لوگ اپنی حیثیت سے کہیں بڑے گھروں میں داخل ہونے لگے، اگر حیثیت تھی بھی تو آمدنی میں وہ تسلسل نہیں تھا، جو عموماً رہن بردار قرض کا جواز پیدا کرتا، یا کم از کم اتنا بوجھ ڈالتا جو کسی حد تک پورا کیا جاسکتا۔

۲۰۰۸ء میں وہ واقعہ رونما ہو گیا، جس کے بارے میں گمان تھا کہ وہ نہیں ہوگا، بلکہ وہ نہیں ہوتا: گھروں کی مالیت گرنے لگی۔ گھروں کی رسد میں بے محابہ اضافہ، کم شرح سود پر ملنے والے

قرضے تھے۔ جب شرح سود میں اضافہ ہوا تو گھر کی مالیت گرنے لگی، کیوں کہ رہن بردار قرضوں کی شرح سود میں بھی اضافہ ہو گیا اور قرضوں کی ادائیگی میں دقت پیش آنے لگی لہذا ڈیفالٹ کا آغاز ہو گیا، کیونکہ گھر کی مالیت قرض کی ادائیگی کے لیے ناکافی تھی۔ لوگ گھروں سے بے دخل ہونے لگے، خالی کیے گئے گھروں کا کوئی خریدار نہ تھا، ان کی تعمیر میں لگے سرمایے کا نقصان کسی بینک نے تو اٹھانا تھا، جیسے لیبھمن برادرز، لیکن اتنے بڑے پیمانے پر سرمایہ کسی کے پاس موجود نہیں تھا، لہذا بینک ڈوبنے لگے۔

ستمبر ۲۰۰۸ء میں جب یہ خبر عام ہوئی کہ لیبھمن برادرز دیوالیہ ہو گیا ہے تو یہ ایک سونامی کا آغاز تھا۔ وال اسٹریٹ میں ایک بھونچال آ گیا تھا، جو نائن ایون کے بعد پہلا بڑا حادثہ تھا۔ قریب تھا کہ سارا مالیاتی نظام درہم برہم ہو جائے کیوں کہ بنکوں نے قرضے جاری کرنے بند کر دیے تھے اور کچھ ایسے کاروبار جو سرمایہ کاری کی انشورنس فراہم کرتے تھے وہ بھی ڈوبنے والے تھے۔ امریکی حکومت کو بالآخر یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ اگر اس ڈوبنے کے سلسلے کو نہ روکا گیا تو ساری معیشت کو ناقابل تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہذا، انھوں نے ان بنکوں اور مالیاتی اداروں کو قومی خزانے سے نہایت کم شرح پر سرمایہ فراہم کر دیا، اور یوں یہ ادارے بچ گئے اور تباہی محدود ہو گئی۔ لیکن جو کچھ ختم ہو گیا وہ بھی ہولناک تھا: امریکا میں ۹۰ لاکھ لوگ بے روزگار ہو گئے؛ گھریلو دولت میں ۱۳ ہزار ارب ڈالر کا نقصان ہوا؛ ایک مختصر سی مدت میں گھروں کی مالیت میں ۳۰ فی صد کمی واقع ہوئی اور اسٹاک مارکیٹ کی مالیت ۵۰ فی صد گر گئی؛ ایک اندازے کے مطابق امریکا کی سالانہ آمدنی کا ۴۰ فی صد اس بحران میں برباد ہو گیا۔ ہزاروں لوگ بے گھر ہو گئے اور کھلے آسمان کے نیچے کیمپوں میں رہنے لگے۔ یورپ، جاپان اور ایشیا کی دوسری معیشتیں بھی اس سے متاثر ہوئیں اور مالیاتی سونامی ساری دنیا پر اپنے بُرے اثرات چھوڑ گیا۔

۲۰۰۸ء کے مالیاتی سونامی نے ایک بار پھر دنیا کے سامنے مکروہ ترغیبات کے حامل بنکاری اور مالیاتی نظام کا پردہ چاک کر دیا۔ چونکہ اس نظام کے پشتیان اثر و رسوخ کے حامل اور طاقت کے مراکز پر قابض ہیں، اور بزعم خویش اتنے بڑے ہیں کہ انھیں گرنے نہیں دیا جاسکتا (too big to fail) لہذا، ان کو کھڑا رکھنے کے لیے ریاست نے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیے۔ دوسری جانب اس میں گرنے والے وہ کمزور اور بے اثر افراد جن کی زندگی بھر کی کمائی خاک میں

مل گئی، جو اپنے گھروں سے بے دخل ہو کر کھلے آسمان تلے زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے، سرمایہ دارانہ معیشت کی سرخیل ریاست امریکا ان کی کفالت کو نہیں آئی۔ گھروں سے بے دخل ہونے والوں کو اگر کسی بھی درجے میں دیوالیہ ہونے سے بچایا جاتا، اس خیال سے کہ ان کے گھروں کی مالیت اس سونامی کے بعد اپنی حقیقی مالیت کی طرف واپس آ جاتی، تو یہ تباہی سے بچ سکتے تھے جیسا کہ بڑوں کو بچانے کے لیے کیا گیا۔ لیکن امریکی صدر اوباما نے اس طرح کی کسی تجویز کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔

’مالیاتی سونامی‘ کا بنیادی سبب

جب یہ سونامی گزر گیا تو اس کے بعد کوئی احتسابی عمل شروع نہیں ہوا۔ کچھ افراد کو فوجداری مقدمات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن وہ بہت معمولی سزاؤں کے بعد چھوٹ گئے۔ زیادہ وقت اس بات پر صرف ہوا کہ آئندہ اس کے تدارک کے لیے کیا اقدامات اٹھائے جائیں۔ ان اقدامات کو سمجھنے کے لیے ایک اور نام نہاد کاروبار سمجھنا ضروری ہے، جو سودی کاروبار سے آگے بڑھ کر صاف اور صریحاً قمار یا جو ہے اور جو حقیقتاً اس سونامی کا اصل باعث بنا تھا۔ بظاہر یہ ایک سادہ سا معاہدہ ہے، جو Derivative (ڈیریویٹو، جس کا ترجمہ ہم ’متبدل‘ کر رہے ہیں) کہلاتا ہے، جس کے مطابق مستقبل میں پیش آنے والے ایسے واقعے سے بچاؤ کے لیے ایک قیمت ادا کر کے خریدار اپنا تحفظ کر سکتا ہے۔ مثلاً رہن بردار قرض خواہ، جس کو مقروض کے دیوالیہ ہونے کا خدشہ ہو وہ ایک متبدل خریدے گا کہ اگر مقروض نے قرض ادا نہیں کیا تو متبدل فراہم کرنے والا ادا کر دے گا۔ یقیناً یہ معاہدہ ایک طرح کا بیمہ یا انشورنس ہے۔ لیکن حیرت انگیز طور پر یہ کاروبار ان تمام قوانین اور نگرانیوں سے آزاد تھا جو انشورنس کے کاروبار پر لاگو ہوتے ہیں۔ اس کو فروخت کرنے والا انشورنس کے معروف کاروبار کے لیے لائسنس کا نہ حامل تھا اور نہ اس نے اس کے لیے ضروری سرمایہ فراہمی کی پابندی تھی۔ متبدل ضروری نہیں کہ صرف مالی امور تک محدود رہے۔ یہ ایشیا کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ، شرح سود میں تبدیلی، متعین شرح کو غیر متعین سے متبادل کرنے وغیرہ سب میں استعمال ہو سکتے ہیں۔ بس ایک قیمت کی ادائیگی سے، ایک خاص مدت کے لیے، ایک ناپسندیدہ نتیجے سے بچنے کے لیے متبدل خرید کر تحفظ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

گذشتہ سال ۵۰۰ ٹریلین ڈالر سے زائد ’متصور مالیت‘ (Notional Value) کے

۲۵ ارب متبادل فروخت ہوئے ہیں۔ یہ مالیت ان معاہدوں کی ہے جن کے لیے متبادلات خریدے گئے ہیں، مثلاً شرح تبادلہ یا کریڈٹ ڈیفالٹ وغیرہ۔ یہ واضح رہے کہ یہاں ایک معاہدہ کئی مرتبہ گنا جاتا ہے کیونکہ متبادل فروخت کرنے والا خود اپنے تحفظ کے لیے بھی کسی دوسرے سے متبادل خریدتا ہے، لہذا یہ ایک لامتناہی سلسلہ بن جاتا ہے۔ متبادلات کی خرید و فروخت دو طرح سے ہوتی ہے: باہمی طور پر دو افراد یا کمپنیوں کے درمیان یا پھر کسی آپکھینچ میں۔ یہ ۹۵ فی صد تو باہمی طور پر ہوتی ہے۔ دو قسم کے متبادل سب سے زیادہ فروخت ہوئے: ایک کریڈٹ ڈیفالٹ سواپ (تبادلہ) اور دوسرا رہن بردار قرض ادا یگیاں (CDO - Collarized Debt Obligations)۔

آخر الذکر اصل میں مالیاتی سونامی کا باعث بنا۔

رہن بردار قرضوں کا زور یوں اور بڑھ گیا کہ مارکیٹ میں اس کا متبادل بننے لگا، اور امریکا کا ایک معتبر نام امریکا انٹرنیشنل گروپ (AIG) اس کام میں لیڈر تھا۔ لیکن جب شرح سود میں اضافے کی وجہ سے ڈیفالٹ کا آغاز ہوا تو CDO نے ابتدا میں ادا یگیاں کرنا شروع کر دیں، لیکن جلد اسے یہ احساس ہو گیا کہ وہ اتنے بڑے پیمانے پر ادا یگیاں کرنے کے قابل نہیں ہے۔ قریب تھا کہ سارا نظام دھڑام سے گر جاتا کہ اس وقت کے امریکی وزیر خزانہ ہیری پلسن، گولڈمین ساجس (Goldman Sachs)، جو سب سے بڑا بینک تھا اور اس کا روبر میں بھی چار بڑے اداروں میں شامل تھا، کے سابق سربراہ تھے۔ ان کی سربراہی میں ان اداروں کو بچانے کے لیے ایک اجلاس اکتوبر ۲۰۰۸ء میں منعقد ہوا، جس میں مرکزی بینک اور مرکزی انشورنس کے سربراہان بھی شامل تھے۔ اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ حکومت ان اداروں کو سیکیٹروں ارب ڈالر کے قرضے براہ راست اور مرکزی بینک کے ذریعے فراہم کرے گی تاکہ یہ اس ڈیفالٹ سے بچ جائیں۔ مرکزی بینک نے تقریباً صفر شرح سود پر اتنی بڑی مقدار میں قرضے جاری کیے، جس کی ماضی میں مثال نہیں ملتی۔ اس کی بیلنس شیٹ دوگنی سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔

متبادل کا کاروبار بلا روک ٹوک اور بغیر کسی قانونی عمل کے ایک طے شدہ منصوبے کے تحت شروع کیا گیا تھا۔ ۲۰۰۰ء امریکی صدر بل کلنٹن کی حکومت کا آخری سال تھا اور اس سال دسمبر تک ان کا بجٹ کانگریس سے پاس نہیں ہو رہا تھا۔ اس کے حصول میں جو چیز مانع تھی، وہ

ری پبلکن پارٹی کے سینیٹرز کا یہ اصرار تھا کہ بجٹ قانون کے اندر ایک اور قانون کی منظوری دی جائے جس کی صدر کلنٹن مخالفت کر رہے تھے۔ یہ قانون متبذل کے کاروبار کو ایک مستقبل (فیوچرز) کے سودوں کی مارکیٹ، جو ایک منظم مارکیٹ ہے اور تبادلہ اشیا ایکٹ ۱۹۳۶ء کے تحت کام کرتی ہے، اس سے جدا ایک کاروبار تسلیم کروانا تھا۔ یہ کاروبار باہمی سودوں کی بنیاد پر ماہر سرمایہ کاروں کے درمیان ہو اور اس پر کسی قسم کی کوئی نگرانی کا عمل نہ ہو خصوصاً ۱۹۳۶ء کا ایکٹ اس پر لاگو نہ ہو۔ بالآخر مجبوری میں بل کلنٹن نے بجٹ منظوری کی خاطر اس قانون کو منظور کر لیا۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ نگران ادارے جو بینکوں، غیر بینک مالی اداروں، انشورنس وغیرہ کی نگرانی کرتے ہیں، اس کاروبار کے معاملات کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ مزید برآں وال اسٹریٹ اور کوئی دوسرا اسٹاک ایکسچینج بھی یہ کام دیکھنے کا مجاز نہیں تھا۔ اس کا دوسرا مطلب یہ تھا کہ متبذل فروخت کرنے والوں کو کسی قسم کے ذاتی سرمایے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نئے کاروبار کی تشکیل نے ایک اور مکروہ ترغیب فراہم کر دی، جو اس کی تباہی کا باعث بنی۔ متبذل اتنی بڑی تعداد میں فروخت کیے گئے جتنی بڑی تعداد میں رہن بردار قرضے جاری کیے جا رہے تھے۔ جب بڑے پیمانے پر رہن بردار قرضوں کا ڈیفالٹ شروع ہوا تو متبذل بیچنے والوں کے پاس اتنا سرمایہ نہیں تھا کہ وہ اپنے سارے وعدے پورے کر سکتے۔ یہ نوبت جب AIG اور گولڈمین ساچس تک پہنچی تو آپ کی زلف میں پہنچی تو حُسن کہلائی، کے مصداق بڑی سرکار حرکت میں آ گئی۔

ایک اور دل چسپ بات ہم یہاں بتاتے چلیں۔ جب لیمین برادرز اپنے ذیلی اداروں کے جاری کردہ رہن بردار قرضوں پر مبنی بانڈز بنا کر وال اسٹریٹ میں فروخت کرتا تھا، تو اس کے لیے کسی نامور ریٹینگ ایجنسی سے ریٹنگ کروانی لازم ہوتی تھی۔ یہ تمام ریٹنگ عموماً AAA ہوتی تھیں، جس کا مطلب تھا کہ اس میں ڈیفالٹ کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے۔ موڈیز، اسٹینڈرڈ اینڈ پور اور فٹچ یہ تینوں ایجنسیز اس کام میں ملوث پائی گئی ہیں۔ موڈیز نے تو کمال کر دیا۔ ۲۰۰۶ء میں اس نے تقریباً ۸۶۹ ارب ڈالر کے رہن بردار بانڈز کو AAA ریٹینگ جاری کی تھی۔ پھر 'مالیاتی سونامی' کی آمد سے ذرا پہلے اس میں سے ۸۳ فی صد بانڈز کی ریٹنگ گھٹادی، مگر اس وقت تک بہت تاخیر ہو گئی تھی۔ سونامی کے ذمہ داروں میں ان ایجنسیوں کا نام بھی سامنے آیا اور ان پر

مقدمات قائم ہوئے۔ لیکن پھر جرمانے ادا کر کے فارغ ہو گئے اور آج بھی یہ اسی آن بان سے کام کر رہے ہیں، اگرچہ موڈیز کو جسٹس ڈیپارٹمنٹ کی ایک تحقیقات کا سامنا ہے۔

ہم یہاں سود کی تباہ کاریوں کا ذکر بھی کرنا چاہتے ہیں۔ سود کے کاروبار میں ایک عدم استحکام قدرتی طور پر پنہاں ہے۔ سود کا سودا طے شدہ مدت کے بعد مقروض سے سود کی ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے، اگر یہ ادائیگی نہیں ہوگی تو وہ رہن کو بیچ کر اپنا سود اور اصل سرمایہ پورا کر سکتا ہے۔ اگر یہ ناکافی ہے اور مزید کوئی اثاثہ بطور ضمانت موجود نہیں ہے تو قرض خواہ کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر یہ کاروبار شراکت کی بنیاد پر کیا جائے تو یہ عدم استحکام دور ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ شراکت کی وجہ سے سرمایہ فراہم کرنے والے کے لیے یہ ترغیب نہیں رہتی کہ مندی کے حالات میں اگر اس نے رہن جلد فروخت نہ کیا تو اسے مزید نقصان اٹھانا پڑے گا، بلکہ شریک کی حیثیت سے اس کا حصہ ہمیشہ اپنی جگہ قائم رہے گا اور مندی کے حالات میں بیچنا مالیت کو خراب کرے گا۔ یوں سارے نظام سے وہ مکروہ ترغیب جو لوگوں میں اضطراب اور بے چینی (panic) کا باعث ہوتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔

متبادل کا کاروبار جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں صاف جو ہے جس کا اسلامی شریعت میں حرام ہونا واضح ہے۔ علاوہ ازیں شریعت یہ بھی پابندی لگاتی ہے کہ آپ وہ اشیا نہیں بیچ سکتے جو آپ کی ملکیت میں نہ ہوں یا جن کی بوقت ضرورت موجودگی میں کسی قسم کا شبہ ہو۔ لہذا یہ واضح ہے کہ اسلامی نظام مالیات ان مکروہ ترغیبات کو مٹا کر ایک ایسا نظام فراہم کرتا ہے، جو اس عدم استحکام سے پاک ہے، جو سود اور متبادل پر مبنی نظام میں بنیادی طور پر پایا جاتا ہے۔

[اگلی قسط میں ہم بتائیں گے کہ کس طرح یہ عدم استحکام ایک بار پھر دنیا کے مالیاتی نظام کو تہہ و بالا کرنے والا ہے۔]